خواتین نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی تو اس پر مغرب زدگی کا الزام لگایا گیا اور کہا گیا کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز کرنے لگی ہیں۔ایسے میں اردو ادب میں بہت سے ادیبوں نے اپنا کردار ادا کیا اور خواتین کو تعلیم کی اہمیت کا احساس دلایا اور کم حوصلہ خواتین کے اندر اپنی ذات کا شعور بیدار کیا۔آغاز میں مرد ادیبوں نے ہی خواتین کی تعلیم تربیت پر زور دیا اور پڑھنے لکھنے والی خواتین کی حوصلہ افزائی کی۔مرد ادیبوں کی کاوش سے ہی پڑھی لکھی خواتین متحرک ہوئیں اور ادب کے میدان میں قدم رکھا۔ہر دور کے ادیب نے اپنے اپنے معاشرتی رویوں کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کیا۔ہر معاشرے میں خواتین کی آزادی اور اس پر عائد پابندیوں کے بارے میں لکھا گیا۔کوئی بھی تخلیق کار ایسا نہیں ہے جس نے خواتین کے حقوق کے لیے آواز نہ اُٹھائی ہو۔البتہ یہ ضرور ہے کہ بعض آوازیں توانا انداز میں بلند ہوئیں اور بعض آوازیں ان توانا آوازوں میں مدغم ہو گئیں۔

''**اردو نثر اور حقوق نسواں (نمائندہ علمبردار)**''میں ان ادیبوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔جنہوں نے نثر میں حقوق نسواں پر قلم اٹھایا۔اردو نثر اور حقوق نسواں (نمائندہ علمبردار)'' مقالے کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا باب:''حقوق نسواں: بنیادی مباحث'' کے عنوان سے ہے جس میں عورت کے بارے میں قائم کردہ مختلف نظریات اور مفروضات کو تاریخی، مذہبی و تہذیبی اور قانونی پس منظر کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔جس کے لیے مختلف کتب، اخبارات اور رسائل کے علاوہ انٹر نیٹ پر خواتین کے حقوق پر لکھی گئی سالانہ رپورٹس، (بی بی سی رپورٹ، ایدھی سنٹر رپورٹ، آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن رپورٹ) سے استفادہ کیا گیا؛ سیشن کورٹ میں خواتین سے متعلقہ مختلف مقدمات کی کاروائی کو بھی ملاحظہ کیا گیا۔باب ھذا میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں کی روشنی میں عورت کا جو تصور سامنے آتا ہے اس کا جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے تصور نسائیت اور قانونی حوالے سے خواتین کے حقوق کے لیے عالمی سطح پر اٹھائے گئے اقدامات کو بیان کیا گیا ہے۔**دوسرا باب:''انیسویں صدی (نصف دوم) کی اُردو نثر میں حقوق نسواں کے نمائندہ علمبردار''** میں جن ادیبوں نے خواتین کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی نے مسلمانوں کو جس بحران سے دوچار کیا تھا اس سے باہر نکلنا یقیناً بے حد مشکل تھا۔ایسے میں اصلاحی تحریکوں اور ادب کے ذریعے معاشرے کو ان حالات سے باہر لانے کی کوشش کی گئی۔ان اصلاحی تحریکوں اور ادبی تحریروں کا مقصد کردار سازی،، خود اعتمادی، اور معاشرتی شعور تھا۔راجہ رام موہن رائے نے توہم پرستی، ستی جیسی بھانک رسموں و روایات کا جس طرح سے خاتمہ کرنے کی کوششیں کیں انہیں سامنے لانے کی کاوش کی گئی ہیں۔سرسید تحریک کے زیر اثر خواتین کے حقوق کی پاسداری کے لیے جو اقدام کیے گئے۔مضامین، ناول لکھے گئے۔اجلاس، سمینار، منعقد کروائے گئے۔خواتین کی تعلیم کی راہیں ہموار کی گئیں۔مولوی نذیر احمد کے ناولوں کا مقصد خواتین کی فہم و فراست اور طرز عمل کو بہتر بنانا تھا۔نذیر احمد کے علاوہ، مولانا الطاف حسین حالی، رتن ناتھ سرشار نے اپنی تحریروں کے ذریعے خواتین کی اصلاح پر توجہ دی۔نذیر احمد کے

ناولوں سے متاثر ہو کر خود خواتین (رشیدۃ النساء،) نے بھی ناول لکھے۔ مولوی ممتاز علی نے ''تہذیب نسواں'' کا اجراء کیا۔ ''حقوق نسواں'' کے نام سے کتاب لکھی۔ ان حوالوں سے اس عہد میں خواتین کے حقوق کے لیے جو اقدام اٹھائے گئے انہیں اس باب میں سامنے لانے کی کاوش کی گئی ہے۔ **تیسرا باب: ''بیسویں صدی (نصف اول) کی اُردو نثر میں حقوق نسواں کے نمائندہ علمبردار''** اس باب میں جن ادیبوں نے خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لیے اپنا کردار ادا کیا ان کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ محمدی بیگم اپنی کتاب ''صفیہ بیگم''، ''شریف بیٹی'' رسالہ ''تہذیب نسواں'' کے ذریعے معاشرے کو بیدار کر رہی تھیں۔ انہوں نے ۱۹۰۷ء میں ''انجمن خاتونان ہمدرد'' کی بنیاد رکھی۔ اس انجمن میں ایک ''دارالنسواں'' بھی تھا۔ جس میں غریب اور نادار خواتین کی ہر ممکن امداد کی جاتی تھی اور انہیں مختلف دستکاریاں سکھا کر روزی کمانے کے قابل بنایا جاتا تھا۔ محمدی بیگم کی ان کوششوں کو سامنے لایا گیا ہے۔ شیخ عبداللہ نے رسالہ ''خاتون جاری کیا۔ جس میں ملک کی لائق ترین خواتین کے حالات قلم بند کئے جاتے اور ملک میں خواتین کے حقوق و فرائض کے حوالے سے منعقدہ کانفرنسز کی رپورٹ شائع کی جاتیں؛ تاکہ پڑھنے والی خواتین ان سے متاثر ہوں اور تعلیم کو اپنے لیے ضروری خیال کرے۔ اس میں کی ان زجہ وحید جہاں بیگم نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ وہ اپنے گھر پر خواتین کے جلسوں کا اہتمام کرتی تھیں۔ اس جلسوں میں پاس پڑوس کی عورتیں شرکت کرتی اور تعلیم نسواں کی حمایت میں تقریریں کرتی تھیں۔ اس عہد میں خواتین نے خواتین کی بیداری اور خواتین کو ان کے حقوق کا احساس دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ جن میں عباسی بیگم (والدہ حجاب امتیاز علی)، اکبری بیگم، صغرا ہمایوں مرزا، طیبہ بیگم، کے نام اہمیت رکھتے ہیں انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں اور فرسودہ رسموں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کیں۔ دوسری جانب مرد لکھنے والوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے خواتین کے ایسے کردار پیش کئے جس سے خواتین کو تعلیم کی اہمیت کا احساس ہو سکے۔ مرزا ہادی رسوا نے ناول ''اختری بیگم'' میں ناول کی ہیروئن اختری بیگم کا کردار تعلیم یافتہ پیش کر کے پڑھی لکھی خاتون کی علمی قابلیت اور لیاقت پر روشنی ڈالی ہے ''شریف زادہ'' میں مرزا فدا حسین کی بیوی کے ذریعے جاہل عورتوں کی مثال پیش کی ہے اور اس کے مقابل عابد حسین کی بیوی کے کردار کو پیش کر کے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ بیویوں کے خیالات میں جو فرق مرزا ہادی رسوا نے بیان کئے ہیں اور تعلیم کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ان کی اس کوشش کو بیان کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ راشد الخیری خواتین کی تعلیم، شادی کے معاملے میں آزادی رائے، طلاق، وارثت میں خواتین کا حصہ، بیوہ کا عقد ثانی، ان کے مسائل، معاشرے میں ان پر کیے جانے والا ظلم، خود ان کی خامیاں، ان کی ضروریات، کو اپنے تحریروں ''صبح زندگی'' شام زندگی''، ''شب زندگی''، ''نوحہ زندگی''، ''جوہر قدامت''، ''سراب مغرب'' اور ناول مودودہ میں بیان کیا ہے۔ راشد الخیری نے حقوق نسواں کے لیے قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ''عصمت''، ''تمدن''، ''سہیلی'' بنات اور ''جوہر نسواں'' کے نام سے رسائل بھی نکالے۔ وہ عورتوں کے حقوق کے لیے لڑتے رہے۔ ان کی کم و بیش تمام کتب اسی ایک مقصد کے تحت لکھی گئی ہیں۔ ان پر فقرے بھی کسے گئے۔ پھبتیاں بھی اڑائی گئیں۔ مار ڈالنے تک کی دھمکی دی گئی۔ مگر ان کے ارادوں میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی۔ ان کی ان تمام کوششوں

کو سامنے لانے کی کاوش کی گئی ہے۔ عبدالحلیم شرر نے خواتین کی تعلیم، بیوہ عورت کے حقوق، خلع کا حق، وارثت میں حصہ، زندہ رہنے کے حق کے ساتھ ساتھ خواتین کی آزادی پر بھی لکھا جس طرح مرد آزادی کے ساتھ گھروں سے باہر نکل کے اپنے معاملات زندگی کو دیکھتا ہے اسی طرح عورت بھی اس کی حق دار ہے۔ ''بدرالنساء کی مصیبت'' ''مینا بازار'' میں وہ بتاتے ہیں کہ عورت پردے میں رہ کر اپنے تمام کام کو بخوبی انجام دے سکتی ہے لیکن ہمارے معاشرے نے اسے گھر کی حدود تک محدود کر دیا ہے جس سے اس کی تمام صلاحیتیں بے کار چلی جاتی ہیں۔ ایسے معاشرے پر سخت تنقید کرتے ہیں جو عورت کو ایک چیز تصور کر کے ڈبیا میں بند کر دیتا ہے۔ پریم چند، نے اپنی تحریروں کے ذریعے نہ صرف عورتوں کی فلاح و بہبود اس کے حقوق کے جتن کیے ہیں بلکہ معاشرے کے ضمیر کو بھی بیدار کرتے ہیں جس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان ادیبوں کی روایت کو پرزور طریقے سے باغی صورت حال اختیار کرتے ہوئے باہمت ادیبوں نے آگے بڑھایا۔ جن میں نذر سجاد حیدر، رشید جہاں، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی نے کمزور، کم حوصلہ خواتین کے اندر اپنی ذات کا شعور بیدار کیا۔ جس کی بدولت بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ **باب چہارم: بیسویں صدی (نصف دوم) کی اُردو نثر میں حقوق نسواں کے نمائندہ علمبردار'' میں** جن ادیبوں نے خواتین کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ان کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ صالحہ عابد حسین ناول، ''عذرا'' میں تعلیم نسواں کا پرچار کرتی نظر آتی ہے۔ ''قطرے سے گہر ہونے تک'' میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی زور دیتی ہے۔ ''آتش خاموش'' میں تعلیم یافتہ خواتین کو سماج میں نکل کر اپنے فرائض ادا کرنے کا کہتی ہیں کہ وہ تعلیم کو عام کرے۔ عورتوں کی اصلاح اور تعلیم نسواں کی اہمیت کو اپنی تقریروں اور ریڈیائی مکالموں کے ذریعے بھی بیان کرتی نظر آتی ہے۔ کرشن چندر نے ''شکست''، ''باون پتے''، ''ایک عورت ہزار دیوانے''، ''میری یادوں کے چنار''، برف کے پھول''، افسانوی مجموعہ ''ہم وحشی ہیں'' میں عورتوں کی حمایت میں آواز اٹھائی ان کے خیال میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں اور دونوں کو یکساں حقوق ملنے چاہیے۔ رضیہ سجاد ظہیر نے اپنے تخلیق کردہ کرداروں کے ذریعے دکھایا ہے کہ مرد عورت کو معاشی کفالت کا احسان جاتا ہے۔ عورت کے لیے اس زندگی کی حمایت کرتی ہیں جس میں وہ خود کفیل ہو، رشتے دولت کی ترازو میں نہ تلیں۔ انسان دوسروں کا دست نگر نہ ہو۔ شوکت صدیقی، جمیلہ ہاشمی، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، سائرہ ہاشمی، رضیہ فصیح احمد، نے لڑکی کے زندہ رہنے کا حق، تعلیم نسواں، شادی میں آزادی رائے، بیوی کے حقوق، بیوہ کے حقوق، خواتین کی عزت و عصمت کی حفاظت جیسے موضوعات پر لکھا۔ ان کو سامنے لانے کی کاوش کی ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنی تحریروں میں خواتین کو اپنے حقوق حاصل کرنے کا حوصلہ دیا ہے کہ اگر عورت چاہے تو وہ اپنے لیے لڑ سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے اسے سب سے پہلے خود کو مضبوط کرنا ہوگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں تبدیلی آئی وہیں خواتین کے بارے میں تصورات بھی بدلے۔ عورت کے بنیادی حقوق، زندہ رہنے کا حق، تعلیم، شادی کے مسائل پرانے ہو گئے۔ کاروباری زندگی میں عورت مردوں کے برابر آ گئی۔ جیلانی بانو عورت کو اپنی مرضی سے زندگی جینے کا حق دینا چاہتی ہے جس کے لیے انہوں نے معاشرے کی وہ تصویر پیش کی ہے جس میں لڑکیوں پر بے جا پابندیاں لگائی جاتی ہیں جس سے نکلنے کے لیے وہ بغاوت کا راستہ تلاش کرتی

نظر آتی ہیں۔ خالدہ حسین نے عورت کے الگ وجود کو تسلیم کروانے کی کاوش کی ہے۔ کشور ناہید نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ آج عورت تعلیم یافتہ بھی ہے اپنے حقوق کا شعور بھی رکھتی ہے لیکن اب تک مرد کی ذہنیت تبدیل نہیں ہوئی۔ آج اتنی ترقی کر لینے کے باوجود بھی عورت ظلم کا شکار ہے۔ آج بھی خواتین کو اپنے حقوق کے لیے اپنے وجود کے اثبات اور مسابقت کے لیے ان تھک جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ زاہدہ حنا نے اپنے افسانوں، کالموں میں خواتین پر ڈھائے جانے والے ظلم کا کس طرح پردہ چاک کیا ہے کہ کس طرح مرد شریعت کی آڑ لے کر عورتوں پر ظلم وستم ڈھاتے ہیں اور خواتین کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عورت جو تعلیم حاصل کرنے کی آزادی چاہتی تھی اب مردوں کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی ہے، ملازمت بھی کر رہی ہے۔ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے کرتے احتجاج کر کے اتنی آگے نکل چکی ہے کہ کہیں نہ کہیں اس نے اپنے وقار کو بلند کرتے کرتے اس کو ٹھیس بھی پہنچائی ہے۔ اس عہد میں بھی خواتین کے ساتھ ہو رہے ظلم وستم کے ساتھ ساتھ ان کے احتجاجی رویے پر لکھا گیا۔ انسانی نظام اور حیات کی گرمی کے ساتھ ساتھ حقوق نسواں پر بہت کچھ لکھا گیا بلکہ معاشرے میں اس کے حقوق کو تسلیم بھی کروایا گیا جس کا تحقیقی وتنقیدی حوالے سے اس باب میں جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

''مجموعی جائزہ'' اس باب میں حاصل مطالعہ کے تحت تمام ابواب کا محاصل یا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے کے آخر میں کتابیات شامل ہے۔ جس میں حوالہ جاتی کتب کے علاوہ مضامین ورسائل کی فہرست بھی دی گئی ہے جن سے اس مقالے کی تکمیل میں براہ راست یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے۔

میں بارگاہ الٰہی میں لاکھ شکر بجالاتی ہوں جس نے مجھے صبر، ہمت اور حوصلہ دیا۔ جس کی بدولت آج میں اپنے پی۔ ایچ ڈی کے مقالے کو مکمل کر پائی۔ دوران تحقیق مجھے مواد کی دستیابی میں کئی طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سفر کی مصیبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔

میں اپنے والدین، بزرگوں اور بھائیوں کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا اور کبھی اپنے ماتھے پر پریشانی یا کوفت کی سلوٹیں ابھرنے نہ دیں۔

کسی بھی کام کی تکمیل ایک مشکل مرحلہ ہے اور اس کے مکمل ہونے میں کسی ایک شخص کا ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ کتنے لوگوں کی محنت اس میں شامل ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں میں سب سے پہلے اپنی نگران پروفیسر ڈاکٹر نسیمہ رحمٰن کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جن کی نگرانی میں یہ مقالہ مکمل ہوا۔ دوران تحقیق انہوں نے ہر مشکل مرحلے پر جس طرح میری حوصلہ افزائی کی وہ میرے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ اپنی بے انتہا مصروفیات کے باوجود انہوں نے مجھے وقت دیا اور میری غلطیوں کی تصحیح کی۔ ان کی بے لوث محبت اور شفقت کے باعث میں مقالہ نگاری جیسے اہم مرحلے سے گزر جانے کے قابل ہوئی۔ ان کی محبت کا شکریہ میں تہہ دل سے ادا کرتی ہوں۔